ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

مجموعہ "انگارے" کے افسانوں میں سماجیات کے عناصر

Elements of Sociology in The Stories Collection of "Angare"

ناصر اقبال خان
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد
ڈاکٹر شوکت محمود شوکت
پرنسپل، گورنمنٹ کالج، چھب (اٹک)

Nasir Iqbal Khan
Ph.D Research Scholar, Alhamd Islamic University, Islamabad.
Dr. Shaukat Mahmood Shaukat
Principal, Govt. College, Chhab(Attock)

Abstract:

In December 1932, Nizami Press, Victoria Street, Lucknow published a collection of Nine stories and One play titled as "Angare". This collection had One hundred and Thirty-Four (134) pages in total. The collection involved the joint-venture of four writers naming; Sajjad Zaheer, Ahmed Ali, Rashid Jahan and Mahmood-Ul-Zafar. This collection of legends writers has great importance in the field of sociology. In which progressive writers have written stories, which almost reflect the burning issues of society in a better way. Various aspects of society and community are discussed in these stories. If the stories of this collection are examined being a sociological point of view, we meet with social and societal aspects which are being narrated in the quoted stories, which helped to resolve the such problems which we face in our daily life. The social aspects are discussed in this research article, which will facilitate the readers, who want to read and comprehend '' Angare'' in a sociological context.

Keywords: Angare, Sociology, Society, Problems, progressive writers, Sociological Elements, sociological context.

سماج ہماری زبان کا اہم لفظ ہے جسے معاشرہ، انجمن، جتھا، کمیٹی، ٹولی، منڈلی اور سوسائٹی جیسے الفاظ سے پکارا جاتا ہے۔ مختلف افراد جب مل کر ایک جگہ پر رہتے ہیں تو وہ ان کا سماج کہلاتا ہے۔ ان کے دکھ سکھ، مسائل، اچھائیاں، برائیاں، مفادات اور مشکلات اس سماج سے جڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کا ایک ایسا ہجوم جن کے مفادات مشترکہ ہوں رشتوں اور روابط کے ذریعے باہم منسلک ہوں۔ ان کی آبادکاری کے لیے محلہ، برادری، قوم جیسے عوامل موجود ہوں جو رنگ نسل اور قومیت کے لحاظ سے مختلف ہوں مگر

زندگی گزارنے کے اعتبار سے ایک ہوں، سماج کا حصہ کہلائے جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے سماج اور اس کی بہتری کے حوالے سے حکم دیا ہے اور ایک سماج میں پائے جانے والے انسانوں کے درمیان اسلامی قوانین مختص کر دیے گئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر انسان اپنے آس پاس کے لوگوں اور سماج کی بھلائی کی فکر کرے اور ان تمام احکامات کی روشنی میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے، جس میں توازن اور مساوات ہو۔ یہ بات توطے ہے کہ زندگی کا ہر معاملہ ہر علم اور ہر شعبہ سماج سے ہی وابستہ اور پیوست ہے۔

سماج کو سمجھنے اور اس کو بہتر بنانے کے لیے جس علم کی ضرورت ہوتی ہے اسے سماجیات کہتے ہیں۔ سماجیات ہمیں سکھاتی ہے کہ انسان تنہا زندگی بسر کرنے سے قاصر ہے اور انسان دوسروں کا محتاج ہے کیونکہ سماج کا مطلب ہی دوسرے افراد سے جڑ کر رہنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماج اور فرد کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اگر سماجیات کا بغور مطالعہ کریں تو انسان کو دوسری مخلوقات سے اس کا سماج ہی معتبر کرتا ہے۔ سماجیات کے حوالے سے ڈاکٹر فاطمہ شجاعت اپنی کتاب ''سماجیات کے اصول'' سے ایک اقتباس پیش کرتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

> ''سماجیات، سماج اور سماجی تعلقات کو اور تاریخ، ماضی کے سائنسی مطالعہ کو اپنا نفسِ مضمون قرار دیتی ہے''(۱)

آپ کی اس کتاب میں دیگر کئی مفکرین نے بھی سماجیات سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور وہ سماجیات کو ایک اہم علم اور موضوع قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں کمبل ینگ (Kimball young) کہتے ہیں:

> ''سماجیات انسان کے گروہی برتاؤ کا مطالعہ کرتا ہے''(۲)

سماجیات اور سماجی تعلقات کے حوالے سے میک ائیور (Mac iver) کہتے ہیں:

> ''سماجیات کا نفس مضمون سماجی تعلقات ہے''(۳)

جیسے سماج اور سماجیات انسان کے مفاد کے ساتھ جڑے ہیں ویسے ہی ادب انسان کی ذات اور اس کے مفادات کا ترجمان ہے۔ اگر یوں کہیں تو زیادہ بہتر ہو گا کہ انسان کی زندگی میں سماج کے تناظر سے بہتری لانے کے لیے سماجی ادب کا ہونا بہت ضروری ہے کیوں کہ ادب ہی انسان کی بہتر تربیت کر سکتا ہے اور آغاز ہی سے ادب، سماجیات اور فرد کی ترجمانی میں اپنا کردار ادا کرتا آرہا ہے۔ جس کی ایک بہتر مثال اردو افسانہ ہے۔

اردو ادب کی ہر صنف میں یہ طاقت اور صلاحیت موجود ہے کہ وہ انسانی جذبات کے ساتھ ساتھ انسان کی روزمرہ زندگی کو بھی نہ صرف بیان کر سکے بلکہ بہتری کی گنجائش پیدا کر سکے۔ افسانوی نثر اس معاملے میں اپنا اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اردو افسانے کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے دو اہم موضوعات ہیں ایک رومانویت اور دوسرا ترقی پسندی۔ رومانویت سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگاروں نے ایسے افسانے تخلیق کیے جو انسان کی اکتاہٹ، تھکاوٹ اور بوریت کو دور کرنے کے لیے لکھے گئے ہیں۔ جب کہ ترقی پسندیت کے زیر اثر لکھے جانے والے افسانوں کے موضوعات حقیقت پر مبنی ہیں اور ان میں حقیقت نگاری ہی کو موضوعِ بحث لایا گیا ہے۔ اردو افسانے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ انسان سے جڑے مسائل کو بیان کر سکتا ہے اور اس کا حل بھی بسا اوقات تجویز کرتا ہے۔ سید وقار عظیم بھی اس بات کے متعرف ہیں کہ افسانہ تفریحی عوامل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی اور اس کے مسائل کو بھی بیان کرتا ہے وہ لکھتے ہیں:

"مختصر افسانہ ناول اور داستان جیسی چیز ہے اس میں مختصر طور پر ان ساری چیزوں کے عناصر موجود ہیں جنھیں صدیوں سے تفریحی اخلاقی اور تنقیدی مقاصد کے لیے استعمال کیا جارہا تھا اور حقیقت میں افسانے کا اختصار انھی سب چیزوں کے روایتی اثر کا نتیجہ ہے"(۴)

ہمارے اس موضوع سے متعلق جس مجموعے کا انتخاب کیا گیا ہے وہ ترقی پسند مصنفین کا ترجمان ہے۔ ترقی پسند تحریک سے پہلے اور بعد کے افسانے میں یہی فرق ہے کہ پہلے کی نسبت بعد کے افسانے میں انسانی زندگی، انسانی معاشرے اور اس کے مشترکہ مسائل کا بیان قدرے زیادہ ہے۔ افسانے کے اس رجحان سے متعلق ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

"ترقی پسند تحریک سے پہلے افسانہ نگاروں نے آسمانی رفعتوں کو اس طرح اپنایا تھا کہ زندگی کے عارضی پہلو ایک بڑی حد تک ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ اب انھوں نے بلندی پر سے مزید بلندی کو دیکھنے کی بجائے اپنی نظریں جھکا لیں اور زمین اور معاشرے کی کروٹوں کو دیکھنے چلے گئے"(۵)

افسانے کے اس نئے رجحان کی ایک بہتر مثال مجموعہ "انگارے" میں چھپنے والے افسانے ہیں۔ انگارے کے قلم کاروں میں سید سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں اور محمود الظفر شامل ہیں۔ یہ تمام نوجوان مذہبی، سماجی، معاشرتی، اخلاقی، اقتصادی انتشار پسندی سے اکتا چکے تھے اور جذباتی تصورات رکھتے تھے۔ یہ نوجوان اس رجحان سے بھی واقف تھے جسے تغیر پذیری کہتے ہیں۔ اس لیے انھوں نے تازہ کاری اور نئے تجربات کیے۔ یہ نوجوان سماجی نظام کی عفونت اور طبقاتی عدم مساوات کو محسوس کرتے تھے لیکن ان کے سامنے مسائل کا کوئی واضح حل نہ تھا۔ معاشرتی اور اقتصادی توازن کا فقدان ان کے لیے بڑا مسئلہ تھا۔ لیکن انگارے کی اشاعت تک یہ بالغ نہ تھے۔ اس کی اشاعت کے بعد یہ سیاسی فہم و فراست کے حوالے سے بلوغت کو پہنچے۔ فرنگی حکومت کے جبر و استبداد، عوامی استحصال ،مذہبی انتہا پسندی اور تہمات کے خلاف نعرے ان کے مجموعہ انگارے کا حصہ تھے۔ اس وقت تو اکثر مذہبی علما نے فرنگی حکومت کے خلاف نعرے لگائے مگر ان کو ریاست مالٹا میں قید کر دیا گیا۔ جس سے علما کی تحریک ٹھنڈی پڑ گئی۔ سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں اور محمود الظفر جیسے قلم کاروں نے اپنے مجموعہ "انگارے" سے جدوجہد کا باضابطہ طور پر آغاز کیا۔

دسمبر ۱۹۳۲ء میں نظامی پریس وکٹوریہ سٹریٹ، لکھنؤ (متحدہ ہندوستان) سے ایک ہزار کی تعداد میں ۹ افسانوں اور ایک ڈرامے کا مجموعہ "انگارے" ۱۳۴ صفحات پر مشتمل چار افراد (سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں اور محمود الظفر) کی مشترکہ تخلیقی کاوش کے طور پر منظر عام پر آیا۔ جس میں سجاد ظہیر کے افسانوں میں، "نیند نہیں آتی"، "جنت کی بشارت"، "گرمیوں کی ایک رات" اور "دلاری"، شامل ہیں۔ احمد علی کے افسانوں میں، "بادل نہیں آتے" اور "مہاوٹوں کی ایک رات" شامل ہیں۔ رشید جہاں کی نگارشات میں، "دہلی کی سیر" (افسانہ) اور "پردے کے پیچھے" (ڈراما) قابل ذکر ہیں اور "محمود الظفر" کا افسانہ، "جواں مردی"، بھی شامل ہے۔(۶)

رشید جہاں کی مذکورہ تحریر "پردے کے پیچھے" ایک تمثیلچہ ہے مگر "انگارے" کے سرورق پر، یہ عبارت بھی موجود ہے۔ "دس مختصر کہانیوں کا مجموعہ"۔ محمود الظفر نے پہلے اسے انگریزی میں لکھا پھر سجاد ظہیر نے اسے اُردو کا روپ دیا۔

پاکستان کے نامور ادیب، مارکسی دانش ور اور اردو ادیب "سجاد ظہیر" ۵ نومبر ۱۹۰۵ء کو ریاست اودھ میں چیف جسٹس سر وزیر خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ لکھنؤ یونی ورسٹی سے ادب پڑھنے کے بعد والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انھوں نے برطانیہ جاکر آکسفورڈ یونی ورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور بیرسٹر بن کر لوٹے۔ یہاں انھوں نے قانون کے ساتھ ادب کا بھی مطالعہ کیا۔ سجاد ظہیر، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے بانی اراکین میں سے تھے۔ بعد ازاں، ۱۹۴۸ء میں انھوں نے فیض احمد فیض کے ساتھ مل کر کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کی بنیاد رکھی۔ دونوں راہنما بعد میں راولپنڈی سازش کیس میں گرفتار کر لیے گئے۔ محمد حسین عطا اور ظفر اللہ پشنی سمیت کئی افراد اس مقدمے میں گرفتار ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں انھیں بھارت جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں انھوں نے "انجمن ترقی پسند مصنفین"، "انڈین پیپلز تھیٹر ایسوسی ایشن" اور "ایفرو ایشین رائٹرز ایسوسی ایشن" کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ سجاد ظہیر نہ صرف ان تینوں تنظیموں کے روحِ رواں تھے بلکہ ان کے بانیوں میں سے تھے۔ سجاد ظہیر اپنے افسانے "نیند نہیں آتی" میں ایک مقام پر انگریزوں کا گلہ کرتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے بیش تر افسانوں میں انگریزوں کو آڑے ہاتھوں لیا گیا ہے۔ غریبوں کی مفلسی، غربت، بھوک، افلاس اور برے حالات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "جارج پنجم کے تاج میں ہمارا ہندوستانی ہیرا ہے۔ لے گئے چراکے انگریز۔ رہ گئے نامنہ دیکھتے! اُڑ گئی سونے کی چڑیا، رہ گئی دُم ہاتھ میں۔ اب چاہتے کہ دُم بھی ہاتھ سے نکلے دُم نہ چھوٹنے پائے۔ کیا کہا عزت؟ عزت لے گئے۔ چاٹنا ہے روٹی اور نمک کھا کر کیا۔ بانکا جسم نکل آیا ہے۔ فاقہ ہو تو پھر کیا کہنا اور اچھا ہے پھر تو بس عزت ہے اور عزت کے اوپر خداوند پاک" (۷)

سید سجاد ظہیر اپنے افسانوں میں اپنی زندگی کے تلخ واقعات اور خاص کر اپنی گھر کی یادوں کو بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنی والدہ سے بہت انس رکھتے تھے۔ افسانہ "نیند نہیں آتی" میں اپنے بچپن کے ایک واقعہ سے متعلق والدہ کے الفاظ کو کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

> "اماں کیا کہا کرتی تھی، اکبر دھوپ میں مت دوڑو آمیرے پاس آکے لیٹ بچے! لو لگ جائے گی تجھے بچے۔ ایک مدت ہو گئی ایسا بھی تو کسی نے نہیں کہا، اب تو یہ باتیں خواب معلوم ہوتی ہیں۔" (۸)

سید سجاد ظہیر اپنے افسانہ "نیند نہیں آتی" میں اُن رشتہ داروں کا بھی خوب گلہ کرتے ہیں جو مطلب سے بلاتے اور مطلب سے بات کرتے ہیں۔ ذرا بھر مدد کی ضرورت ہو جائے تو احسان جتلانا اور بڑی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں:

> "اور میں سب کو خط پہ خط لکھتا تھا، یہی سب جو رشتہ دار بنتے پھرتے ہیں۔ آئیں اکبر بھائی آئیں! آپ سے تو برسوں سے ملاقات نہیں ہوئی..... یہی! ان کے ماں باپ کو کیا ہو جاتا اگر ذرا اور مدد کر دیتے۔ دنیا بھر کی خرافات پر پانی کی طرح دولت بہاتے ہیں۔ کسی رشتہ دار کی مدد کرتے وقت مل مل کر پیسا دیتے ہیں اور پھر احسان جتانا اتنا کہ خدا کی پناہ۔ والدہ بیمار ہے اور ان سے پیسے مانگنے پڑ رہے ہیں۔ خدا کی پناہ۔" (۹)

سید سجاد ظہیر اپنے افسانوں میں اُن مولویوں پر طنز کرتے ہیں جو اپنے اہل خانہ کے حقوق تو پورے نہیں کرتے۔ جب کہ خواب میں جنت کی بشارت دیکھ کر بتاتے پھرتے ہیں کہ وہ بہت نیک، عبادت گزار اور صالح انسان ہیں۔ ان کو جنت اور اس کی حوروں کی زیارت ہوئی ہے:

> ''آخر کار ایک حور کی پیاری ادا نے مولانا کا دل موہ لیا۔ وہ فوراً اچک کر اس کے حجرے میں داخل ہوئے اور اسے بے ساختہ اپنے سینے سے لگا لیا۔ مگر ابھی لب سے لب ملے ہی تھے کہ پیچھے سے قہقہے کی آواز آئی۔ اس بے موقع ہنسی پر مولانا کے غصے کی کوئی حد نہ رہی اور ان کی آنکھ کھل گئی۔ سورج نکل آیا تھا مولانا جائے نماز پر پیٹ کے بل پڑے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی پہلو میں کھڑی ہنس رہی تھی۔''(۱۰)

سید سجاد ظہیر بادشاہوں اور رئیسوں کی عیاشیوں کا ذکر کرتے ہیں اور دوسرے حصہ میں اس غریب طبقے کا بھی ذکر کرتے ہیں جو ایک ایک نوالے کو ترستے ہیں۔ جنھیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں، جن کا مشکل سے گزر بسر ہو رہا ہے:

> ''ہم کوئی رئیس تھوڑی ہیں کہ رات کو بیٹھ کر مجرا سنیں اور کوٹھوں کی سیر کریں، جیب میں کبھی چونی سے زیادہ ہو بھی سہی تو بیوی بچے ساٹھ روپے مہینے سے زیادہ میں پڑتے ہیں۔''(۱۱)

محمود الظفر معروف افسانہ نگار اور سماجی کارکن ہیں۔ ان کا ایک افسانہ ''جواں مردی'' مجموعہ انگارے میں شامل ہے۔ محمود الظفر اپنے افسانے میں ایک ایسے مرد کا ذکر کرتے ہیں جو بیٹے کی خواہش کے لیے اپنی نومولود بچی کو قتل کر دیتا ہے اور ساتھ ہی اپنی بیوی کے ساتھ ظلم کرتا ہے:

> ''وہ میری بیوی جا رہی ہے، مگر اس کے لبوں پر مسکراہٹ کا نام تک نہیں۔ جیسا کہ لوگوں نے میری تسکین قلب کے لیے مجھ سے کہا تھا کہ بس ہڈیوں کا ایک ڈھانچا ہے۔ اس کی بھیانک صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک مہلک بیماری کا شکار ہے اور موت کا خوف اس پر طاری ہے۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے اب لطف، پیار کی جگہ بے گانگی اور نفرت ہے۔ میں مستحق ہی اس کا تھا۔ اس نفرت کی وجہ وہ نوزائیدہ بچی ہے جس کا سر ابھی اس کے کوہلوں کی ہڈیوں میں پھنسا دکھائی دیتا تھا اور میں نے اسے ختم کر دیا۔''(۱۲)

محمود الظفر اپنے افسانے میں اُن مردوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جن کی بیویاں حمل کے مسائل ہونے کی وجہ سے مر جاتی ہیں اور حمل کو دیکھ کر وہ خود کو جواں مرد سمجھتے ہیں اور بڑے فخر سے لوگوں کو بتاتے پھرتے ہیں کہ میری بیوی میرے دیے ہوئے حمل کی وجہ سے مر گئی:

> ''زچگی کی گھبراہٹ اور پریشانی ہے۔ آخر کار اس کو دردِ زہ شروع ہوا۔ گھنٹوں تک کرب و بے چینی کا عالم رہا۔ جسم شدت تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ کسی پہلو سے چین

نہیں تھا۔ روح تک معلوم ہوتا تھا کہ آہ و فریاد کر رہی ہے۔ لیکن اس کی ہچکی اور تڑپ اس کی آہ وزاری سب میری جواں مردی کا ثبوت دے رہے تھے۔ میرے کانوں میں ابھی تک اس کا دردناک کراہنا گونج رہا ہے اور اس کے بعد چاروں طرف جو خاموشی چھا گئی وہ سماں بھی ابھی تک میرے سامنے ہے۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد لوگ مجھ سے یہ کہنے آئے کہ مرتے وقت اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی تو میرے دل کو سکون ہو گیا۔"(۱۳)

احمد علی اردو کے افسانہ نگار اور انگریزی کے استاد تھے۔ اُردو میں ان کا اولین افسانہ "مہاوٹوں کی ایک رات" ہمایوں کے سالنامہ جنوری ۱۹۲۳ء میں شایع ہوا تھا۔ احمد علی نے انجمن ترقی پسند مصنفین کے قیام اور تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ قرآن پاک کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ ان کے افسانوں میں "ہماری گلی"، "قید خانہ"، "موت سے پہلے" اور "شعلے" شامل ہیں۔ احمد علی اپنے ایک افسانے میں مردوں کو مظلوم اور عورت ذات کو ہوس کی پجاری قرار دیتے ہیں۔ افسانے کے اس حصہ میں سروپ ایک مرد اور شانتا ایک عورت کا کردار ہے۔ شانتا، سروپ پر مرتی ہے اور اسے اکیلا پا کر اپنی ہوس مٹانا چاہتی ہے۔ جس پر سروپ انکار کر دیتا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے کی ایک حقیقت ہے۔ اس ضمن میں احمد علی اپنے افسانے "بادل نہیں آتے" میں لکھتے ہیں:

"سروپ نے کہا چلو میں تم کو پہنچا آؤں۔ نہیں تم کیا کرو گے، بس تم کمرے میں بیٹھے بیٹھے خواب ہی دیکھا کرنا"(۱۴)

احمد علی اپنے افسانہ "مہاوٹوں کی ایک رات" میں ایک اہم سماجی مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو متحدہ ہندو مسلم معاشرے میں فسادات کا سبب بنا۔ ہندو مسلم عورتوں اور مردوں کا آپس میں عشق و محبت کا تعلق جو مذہبی حوالے سے بھی بہت خطرناک ثابت ہوا۔ پہلے حصے میں ایک مسلمان عورت کو ہندو مرد سے محبت ہوتی ہے۔ دوسرے حصے میں آپ اس کو جواب دیتے ہیں کہ وہ تو کہانی ہے مگر میں ایک سچی کہانی لکھوں گا جس میں ایک ہندو عورت کو مسلمان مرد سے محبت ہے:

"میرے دوست ایک مسلمان عورت کے ہندو عاشق کا نام سن کر یکا یک بولے تمھیں تو اس واقعہ کو الٹ دینا چاہیے تھا لیکن میں نے کہا میں ایک اور کہانی لکھوں گا اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ بھی بالکل سچی جس میں اتفاق سے ایک ہندو عورت ہے اور ایک مسلمان مرد۔ وہ بولے یہ بڑا ہی اچھا رہے گا اور جب تک کہ تم اس کہانی کو نہ لکھ لو اس کو مت چھپوانا۔"(۱۵)

"انگارے" میں لکھے گئے افسانوں کا مجموعی جائزہ لینے پر ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ انگارے کو مقبولیت اس بناء پر ملی کہ اس میں عام انسان کی زندگی اور اس کے مسائل کو سماج کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ مذہبی انتشار، اخلاقی بے راہ روی، لوگوں کی کم علمی کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل انگارے کی تحریروں کے خاص موضوعات رہے۔ ان تمام موضوعات کے ساتھ ساتھ سماجیات جیسا اہم موضوع بھی اس مجموعہ (انگارے) کا حصہ رہا۔

مجموعہ "انگارے" کی اہمیت کو ہر کسی نے اس لیے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس کے آنے کا وقت بہت اہم تھا۔ "انگارے" میں لکھے جانے والے افسانے، افسانے کی روایت میں تو ضرور آتے ہیں مگر ان کا انداز اور اسلوب افسانوی روایت سے ہٹ کر تھا۔ اگر

''انگارے'' میں لکھے جانے والے افسانوں کو افسانوی روایت میں جدید افسانے کا آغاز قرار دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ ان افسانوں میں پہلے کے افسانوں کی نسبت موضوعات اور اسلوب کی وسعت نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

> ''یہ بات بلاخوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ جدید افسانہ کا نقطہ آغاز انگارے سے ہوتا ہے۔ آج اردو افسانہ نہایت متنوع اور باثروت ہے لیکن انگارے کی اشاعت سے قبل پریم چند کے علاوہ کوئی دوسرا اہم نام ہمارے ذہن میں نہیں آتا۔''(۱۶)

مجموعہ ''انگارے'' کی مقبولیت میں اہم کردار اس کے افسانوں کا ہے اور مجموعہ ''انگارے'' کے افسانوں کی مقبولیت میں اہم کردار ان کے موضوعات کا ہے۔ جنھوں نے افسانے کی روایت ہی کو بدل کر رکھ دیا اس حوالے سے احمد ندیم قاسمی کہتے ہیں:

> ''انگارے کا ادبی معیار کچھ بھی ہو مگر مختلف افسانہ نگاروں کی کہانیوں کا وہ مجموعہ ہے جس نے نہ صرف افسانے کی دنیا بلکہ تخلیق فن کے جملہ اصناف میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ جو ایک مختصر عرصے کے بعد ترقی پسند ادب کی تحریک کی صورت میں برصغیر کے چہار طرف رواں ہو گیا''(۱۷)

مذکورہ تمام ابحاث کے بعد، یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے انگارے کی اشاعت صرف افسانوں کے ایک مجموعہ کی اشاعت نہ تھی بلکہ یہ بغاوت تھی اس رسمی قیود اور فرسودہ نظام سے جو افسانے کی روایت میں چلتی آرہی تھی اور یہ سماجی پہلوؤں کا مہذب اظہار تھا۔ یہ نئے زمانے کے نئے ادب کا اعلان تھا۔ جس نے پورے افسانوی ادب کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ اس جریدے نے افسانہ نگاری کا رخ بدل کر تاریخی، تہذیبی اور سماجی موضوعات کی طرف موڑ دیا جس کا ادراک ابھی نئے قاری کو نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر فاطمہ شجاعت، سماجیات کے اصول، ترقی اُردو بورڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۹ء، ص:۲۵

۲۔ ایضاً، ص:۲۶

۳۔ ایضاً، ص:۲۷

۴۔ سید وقار عظیم، فن افسانہ نگاری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص:۱۴

۵۔ ڈاکٹر وزیر آغا، اردو افسانے کے تین دور، مشمولہ: اردو افسانہ روایت اور مسائل، مرتبہ: گوپی چند نارنگ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء، ص:۱۲۷

۶۔ ڈاکٹر انوار احمد، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، کتاب نگر، ملتان، ۲۰۱۷ء، ص:۱۱۱

۷۔ سید سجاد ظہیر، نیند نہیں آتی، مشمولہ: انگارے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، صفحہ ۱۰۷

۸۔ ایضاً،، ص:۱۰۸

۹۔ ایضاً،، ص:۱۰۸

۱۰۔ ایضاً،، ص:۱۲۳

۱۱۔ سید سجاد ظہیر، انگارے، جنت کی بشارت، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، صفحہ ۱۲۵

۱۲۔ محمود الظفر، جواں مردی، مشمولہ: انگارے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، صفحہ ۱۸۱

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۸۹

۱۴۔ احمد علی، بادل نہیں آتے، مشمولہ: انگارے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۱۱۰

۱۵۔ احمد علی، مہاوٹوں کی ایک رات، مشمولہ: انگارے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۱۵۴

۱۶۔ ڈاکٹر خالد علوی، انگارے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۹

۱۷۔ ایضاً، ص:۹

References in Roman Script:

1. Fatima Shujat, Dr,Samajiyat ky Usool,Taraqi Urdu Board,NewDehli,1979,p:25
   Ibid, p:26
2. Ibid, p:27
3. Syed Waqar Azeem,Fun e Afsana Nigari,Itqad publishing house, New Dehli,1994,p:14
4. Wazeer Aga,Dr, Urdu Afsany ky teen door,mashmula: Urdu afsan riwayat or msail ,murttba: Gopi Chand Narang, educational publishing house, New Dehli, 1981,p:127
5. Anwar Ahmad,Dr, Urdu Afsana aik sadi k qissa,kitab nagar ,Multan,2017,p:111
6. Syed Sjjad Zahir,Nind nahi ati, mashmula:angary, educational publishing house,New Dehli,2013,p:107
7. Syed Sjjad Zahir,nend nahi ati, mashmula: angary, educational publishing house, New Dehli,2013,p:108
8. Ibid, p:108
9. Syed Sjjad Zahir,jannat ki basharat, mashmula:angary, educational publishing house, New Dehli,2013,p:123
10. Ibid, p:125
11. Mehmood Ul Zafar,Jawan Mardi, mashmula: angary, educational publishing house, New Dehli,2013,p:181
12. Ibid, p:181
13. Ahmad Ali ,badal nahin aty, mashmula: angary, educational publishing house, New Dehli,2013,p:110
14. Ahmad Ali ,Mhawaton ki aik raat, mashmula: angary, educational publishing house, New Dehli,2013,p:154
15. Khalid Alvi,Dr, angary, educational publishing house, New Dehli,2013,p:9
16. Ibid